کو لیجئے جس نے خود کو امریکہ کے کہنے پر غیر مسلح کیا تو اس کا حشر آج ہمارے سامنے ہے۔ پھر امریکہ اسرائیل کو تو ایٹمی پروگرام رول بیک کرنے کے لئے نہیں کہہ رہا کیونکہ اسرائیل جس قدر ایٹمی طور پر مضبوط ہوگا اتنا ہی وہ خطرات سے دور اور محفوظ ہوگا۔ اگر پاکستان، امریکہ، ہندوستان اور دیگر برائی کی قوتوں سے اپنے آپ کو محفوظ رکھنا چاہتا ہے تو اسے اپنے ایٹمی پروگرام کو مزید مضبوط بنانا ہوگا اور اس پر کسی قسم کی سودا بازی نہیں کرنی ہوگی۔ ان تمام متوقع اقدامات کا دورہ امریکہ و یورپ کے موقع پر پاکستان کی سب سے بڑی شخصیت کی طرف سے افشاء اور دلالت کرنا ایک انتہائی خطرناک طوفان کی غمازی کرتا ہے۔ خدا نہ کرے کہ اس طوفان کی زد میں آ کر ملک و ملت اپنے عقیدے، نظریے، روایات تہذیب و تمدن اور وہ متفقہ پالیسی جو ملک و ملت کی بنیاد اور روح ہے کو بہا کر لے جائے۔ ملک کی تمام سیاسی اور دینی جماعتوں اور بڑے اداروں کے ارباب حل وعقد کو دورہ امریکہ او کیمپ ڈیوڈ کے مذاکرات کا باریک بینی سے جائزہ لینا ہوگا۔ ورنہ ایک مطلق العنان حکمران کے فیصلے ہمیں کہیں کا نہ چھوڑیں گے۔

اعلیٰ عدالتوں سے دینی مدارس کی ڈگریوں کو بے توقیر کرنے کا خطرناک منصوبہ

دینی جماعتوں پر مشتمل متحدہ مجلس عمل کا اتحاد جو کہ امریکہ، مغرب اور خصوصاً حکومت وقت کے لئے ایک چیلنج کی حیثیت اختیار کر گیا ہے کو حکومت نے کمزور کرنے کے لئے اور پارلیمنٹ میں اس کے سخت مؤقف سے چھٹکارا حاصل کرنے کے لئے ایک گہری سازش کے تحت سپریم کورٹ آف پاکستان اور پشاور ہائی کورٹ میں اپنے ایجنٹوں کے ذریعے دینی مدارس کی اسناد کو چیلنج کیا اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے پشاور ہائی کورٹ کے الیکشن ٹریبونل کے جج طارق پرویز نے حکومتی دباؤ اور دیگر ''ذرائع'' کے بناء پر مجلس عمل کے کوہاٹ سے منتخب شدہ ایم۔ این۔ اے مولانا مفتی ابرار کو نااہل بھی قرار دے دیا اس وجہ پر کہ ان کی سند بی۔ اے کے برابر نہیں۔ اور اس حلقہ میں دوبارہ الیکشن کرنے کا حکم بھی صادر فرمایا۔ (اگرچہ پھر مفتی ابرار کے سپریم کورٹ سے رجوع کرنے پر سپریم کورٹ نے ہائی کورٹ کے فیصلے کو کالعدم قرار دیا اور عارضی طور پر انہیں بحال کر دیا اور فیصلہ کیا کہ پہلے سے دینی مدارس کی ڈگریوں کے متعلق سپریم کورٹ میں دائر کیس کے ساتھ اس کا فیصلہ بھی ستمبر میں کر دیا جائے گا۔) ہائی کورٹ کے اس متنازعہ ترین اور عدل و انصاف سے عاری فیصلے نے ملک بھر میں غصہ اور اضطراب کی لہر دوڑا دی تھی اور اس سے عدلیہ کی ساکھ بری طرح متاثر ہوئی۔ عدلیہ نے ایک بار پھر یہ ثابت کیا کہ وہ حکومتِ وقت کے ہاتھ کی چھڑی ہے اور اُسی کی جنبش اَبرو پر اس کی گفتار و رفتار اور نشست و برخاست کا انحصار ہے اور اسی کی منشا کے موافق فیصلے کرنا اس کا ''آئین'' ہے۔ ورنہ اسی عدالت کے تین ججوں نے کچھ عرصہ قبل ایم ایم اے کے ایک رکن قومی اسمبلی کی سند کے متعلق یہ وضاحت کی تھی کہ یہ بی۔ اے کے مساوی ہے۔

ع جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

اور الیکشن سے قبل یونیورسٹی گرانٹس کمیشن آف پاکستان نے ایک بار پھر مدارس کے مختلف وفاقوں کی اسناد کو ڈبل ایم۔اے کے مساوی قرار دیا تھا۔ پھر اس کے بعد الیکشن کمیشن آف پاکستان نے بھی یونیورسٹی گرانٹس کمیشن سے تصدیق کے لئے خصوصی لیٹر لیا پھر اس نے نوٹیفکیشن جاری کیا کہ تنظیمات وفاق المدارس کی اسناد ہمارے لئے قابل قبول ہیں اور ان کے حامل افراد الیکشن میں حصہ لے سکتے ہیں پھر تمام امیدواروں کی اسناد کی جانچ پڑتال بھی الیکشن کمیشن نے ٹھونک بجا کر کی۔ اب نجانے وہ کون سی ایسی وجوہات پیدا ہوگئی تھیں کہ آٹھ نو ماہ کے بعد وہی الیکشن کمیشن اور پشاور ہائی کورٹ دینی مدارس کی اسناد کی حیثیت ماننے سے انکاری ہوگئے ؟

آثار وقرائین یہی بتارہے ہیں کہ اگر متحدہ مجلس عمل نے مستقبل میں بھی اپنے غیر لچکدار رویے میں نرمی پیدا نہیں کی تو ان سب کو بھی بیک جنبش ابرو وقلم اسمبلیوں سے محروم کردیا جائے گا۔ حقیقت میں پہلے مفتی ابرار کے متعلق ہائی کورٹ کی نااہلی اور سپریم کورٹ کے بحالی کے فیصلے کرنا اور دو ماہ کا وقت دینا مجلس عمل کی قیادت کے لئے ایک واضح اشارہ ہے کہ وہ اپنے لئے کس راستے کا انتخاب کرتی ہے؟ یہ کیس ایک ٹیسٹ کیس تھا اگر حکومت اور مجلس عمل کی مفاہمت نہ ہوئی تو یہ امر واضح ہے کہ سپریم کورٹ بھی مجلس عمل کے خلاف فیصلہ دے گی جو کہ ایک غلط فیصلہ ہوگا۔ لیکن سارا دنیا کو علم ہے کہ پاکستان میں عدلیہ کبھی بھی آزاد نہیں رہی۔ مگر یہ کتنی بڑی ستم ظریفی ہے کہ سیاست کے کھیل اور وقتی اختلافات کی بنیاد پر لاکھوں افراد کی تعلیمی، معاشرتی حیثیت اور ان کے مستقبل کو داؤ پر لگا دیا گیا ہے۔ جن کے پاس مختلف وفاقوں (تعلیمی بورڈز) کی ڈگریاں ہیں۔ (ایم ایم اے کے ارکان اسمبلی کی تعداد تو دو سو سے بھی کم ہے) لیکن ان لاکھوں افراد کی معاشرتی اور تعلیمی حیثیت پر بھی منفی فیصلے سے بڑا غلط اثر پڑے گا۔ جو مختلف حکومتی اداروں میں اس سند کی بنیاد پر اپنے اپنے فرائض سرانجام دے رہے ہیں اور مستقبل میں ان کے لئے قدم بہ قدم رکاوٹیں کھڑی کی جائیں گی۔ پھر ہزاروں افراد انہی اسناد کے بل بوتے پر بیرون ممالک اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے لئے گئے ہوئے ہیں اور جاتے رہتے ہیں۔ اس قسم کے فیصلے سے انہیں بھی کئی مشکلات کا سامنا کرنا پڑے گا۔ اور لاکھوں افراد کو اس قسم کے فیصلے احساس کمتری کے سمندر میں پھینک دیں گے۔ اس سے پہلے دور غلامی میں انگریزوں نے علماء کی عزت اور وقار کو کم کرنے کیلئے انہیں ان پڑھ کہا تھا اور طرح طرح کے منفی ہتھکنڈے اپنائے تھے اور اب ان ہی کی ذریت فاسدہ ایسے منفی اقدامات کرکے دینی تعلیم اور مدارس اسلامیہ کا کردار محدود کرنے کا سوچ رہی ہے۔ تاکہ امریکہ کے نیو ورلڈ آرڈر کے تنہا مخالف دینی مدارس بے توقیر ہوں۔ لیکن ہم حکومت وقت پر یہ واضح کردینا چاہتے ہیں کہ آپ کی دینی مدارس اور دینی جماعتوں کے خلاف ہر قسم کی کوششیں ماضی میں بھی ناکام ثابت ہوئیں اور مستقبل قریب میں بھی انشاء اللہ تارِ عنکبوت ثابت ہوں گی۔

۱۹۷۳ء کا متفقہ آئین جو کہ پاکستان کی وحدت، یکجہتی اور اس کی سیاست کی بنیاد ہے اس میں واضح طور پر یہ موجود ہے کہ پاکستان کا آئین قرآن وسنت پر مبنی ہوگا۔ اب قرآن وسنت کی تشریح اور ایک اسلامی ملک کی آئین سازی اگر علماء کرام نہیں کریں گے تو اور کون کرے گا؟ اگر علماء اور فضلاء پارلیمنٹ میں موجود نہ ہوں تو کس طرح آئین سازی ہو سکے گی؟ اور علماء کی نمائندگی اب خیر سے بی۔ اے پاس زمانہ حال کے ابوالفضل اور فیضی کریں گے؟

جن کے بارے میں لسان العصر اکبر الٰہ آبادی مرحوم نے کیا خوب فرمایا ہے:

کیا کہوں احباب کیا کارِ نمایاں کر گئے
بی اے کیا، ڈگری ملی، نوکر ہوئے اور مر گئے

الیکشن سے پہلے جنرل مشرف کا بی۔ اے کی ڈگری کو لازمی قرار دینے کی شرط پر پوری قوم نے احتجاج کیا تھا کہ یہ انتہائی زیادتی اور بدنیتی پر مبنی فیصلہ ہے اور پھر یہ انسانی حقوق کی بھی کھلم کھلا خلاف ورزی ہے۔ دنیا میں اس کی نظیر کہیں بھی نہیں پائی جاتی۔ شروع سے یہ فیصلہ ہی غیر آئینی، غیر اخلاقی اور غیر انسانی ہے لیکن پی سی او (PCO) کے تحت حلف اٹھانے والے اور اپنی ملازمتوں میں غیر آئینی توسیع پا لینے والے ججوں نے اسے منظوری کی خلعت پہنا دی تھی۔

ع عدل وانصاف کے معیار بھی کیا رکھے ہیں؟

ظلم اور تماشا تو یہ ہے کہ صرف بی۔ اے پاس تو ملک کے سب سے بڑے آئینی ادارے میں ماشاء اللہ آئین سازی کر سکتے ہیں۔ لیکن دوسری جانب قرآن وحدیث، فقہ، تفسیر اور تقریباً چودہ علوم وفنون کے ماہرین ''ان پڑھ اور جاہل'' قرار دیئے جا رہے ہیں۔ یہ اکیسویں صدی کا سب سے بڑا مذاق ہے۔ اگر آپ پاکستان اور پارلیمنٹ کی تاریخ اٹھا کر دیکھیں تو سب سے زیادہ آئین سازی اور دستور سازی میں علماء کرام کا نام آتا ہے۔

ہماری سپریم کورٹ آف پاکستان سے گزارش ہے کہ وہ حکومتی دباؤ کو مسترد کر دے اور ستمبر میں فیصلہ کرتے ہوئے عدل وانصاف اور پاکستان کے بہتر مستقبل کے لئے صحیح فیصلہ کرے۔ ورنہ غلط فیصلے کے نتیجے میں عدلیہ کی حیثیت بالکل ختم ہو کر رہ جائے گی اور ہمارا حکومت کو بھی یہی مشورہ ہے کہ وہ خدارا ایسی طفلانہ حرکتوں سے ملک کو بازیچہ اطفال نہ بنائے اور نا ہی ملک کو کسی خونی انقلاب یا بڑے سیاسی بحران کی طرف دھکیلیں کہ ملک وملت اب اس کے مزید متحمل نہیں ہو سکتے۔

دینی مدارس کی ڈگریوں کے متعلق راقم نے دسمبر ۹۸ء کے شمارہ میں تفصیلی اداریہ لکھا تھا، اور اس میں واضح کیا تھا کہ دینی مدارس کے اسناد کے حامل افراد کے ساتھ سوتیلا پن کا سلوک نہ کیا جائے اور پیش آمدہ چیلنجوں کے بارے میں بھی نشاندہی کی تھی۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو شمارہ نمبر ۳ دسمبر ۹۸ء اداریہ۔ .... (مدیر الحق)